Lesson 5: Nahl (Ayaat 80- 95): Day 20

سُوْرَةُ النَّحل کی تفسیر

آیت نمبر 90 بہت اہم آیت ہے۔ اس ایک آیت کے اندر پورے دین اسلام کا خلاصہ ہے۔ اگر کسی کو چند لفظوں کے اندر دین اسلام سکھانا ہو تو یہ ایک آیت ہی کافی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٩٠﴾

خدا تم کو انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو (خرچ سے مدد) دینے کا حکم دیتا ہے۔ اور بے حیائی اور نامعقول کاموں سے اور سرکشی سے منع کرتا ہے (اور) تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔

شروع میں اسلام کی تین بنیادی ضروریات ہیں۔ انسان عدل کا دامن تھام لے۔ اس سے بڑھ کر دوسروں کے ساتھ احسان کا معاملہ کریں۔ اور خاص طور پر جہاں رشتہ داریوں کے معاملے آجائیں تو ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ تین چیزوں سے منع کرتا ہے، فحش، منکر اور بغی سے۔ سورۃ نحل کی یہ آیت بہت اہم ہے، بلکہ اس سے اگلی آیت میں ایک ساتواں حکم بھی آئے گا۔

سب سے پہلی بات یہ کہ اس آیت کو جوامع الکلم آیات میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ آیت اکثر جمعہ کے خطبات میں شامل کی جاتی ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں یہ آیت مستقل طور پر جمعے کے خطبے میں شامل کی گئی کیونکہ اس میں ایک بہت سٹرونگ پیغام ہے۔ ہر ہفتے میں ایک دفعہ اگر اس پیغام پر بات ہو جائے تو اس پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ یہ

آیت جمعہ کے خطبوں میں تو پڑھی جاتی ہو گی لیکن جن کے لئے پڑھی جاتی ہو گی یا تو وہ اس وقت جمعہ کے خطبے میں نہیں ہوں گے، اور اگر ہوتے بھی ہوں گے تو ان کو سمجھ کتنی آتی ہو گی۔ پھر اسی طرح اس آیت کے متعلق آتا ہے کہ عثمان بن معظون ایک صحابی تھے، ان کے دل میں اس آیت کو سن کر ایمان آیا۔ قرآن پاک کی ہر ایک آیت دوسری آیت سے مختلف ہے۔ جس طرح ہم گھر میں لوگ مختلف ہوتے ہیں، اس طرح لوگوں کا نصیب بھی مختلف ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح سے یہ آیت بھی کچھ اسی قسم کی ہے۔

امام احمد اس آیت کے شان نزول میں ابن عباس سے ایک روایت لے کے آتے ہیں، کہتے ہیں کہ نبیؐ اپنے آنگن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عثمان بن معظون آپؐ کے پاس سے گزرے۔ اس وقت یہ اسلام پہ نہیں تھے آپؐ نے فرمایا بیٹھتے نہیں ہو۔ یہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بات کرنے کا انداز دیکھئے، حکم نہیں دیا کہ ہمارے پاس بیٹھو، بلکہ اس طریقے سے کہہ رہے ہیں کہ کیا آپ کا دل نہیں کرتا ہمارے پاس بیٹھنے کو، کتنی محبت کا انداز ہے۔ حالانکہ عثمان بن معظون کفر پہ تھے۔ وہ بیٹھ گئے، آپؐ اس کی طرف متوجہ ہو کر باتیں کر رہے تھے کہ اللہ کے نبی نے اچانک اپنی نظریں آسمان کی جانب اٹھائیں۔ کچھ دیر اوپر ہی کو دیکھتے رہے، پھر اپنی نگاہیں آہستہ آہستہ نیچے کیں، اور اپنی دائیں جانب زمین کی طرف دیکھنے لگے، پھر اسی طرف آپؐ نے اپنا رخ بھی کر لیا۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم صرف آپ کے لفظ نوٹ نہیں کرتے تھے بلکہ آپ کے ایکشن بھی نوٹ کرتے تھے۔ آپؐ کا ایک ایک ایکشن نوٹ کیا گیا ہے۔ اور اس طرح سر ہلانے لگے گویا کہ جیسے کوئی بات سمجھ رہے ہیں اور ایسے لگ رہا تھا کہ کوئی آپ سے کچھ کہہ رہا ہے۔ تھوڑی دیر تک حالت یونہی رہی، پھر آپ نے

اپنی نگاہیں اوپر کرنی شروع کر دیں، حتیٰ کہ آپ کی نگاہیں آسمان تک پہنچیں، پھر آپ ٹھیک ٹھاک ہو گئے اور اسی طرح پہلی بیٹھک میں عثمان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ وہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ ان سے صبر نہ ہو سکا پوچھا، کہ حضرت آپ کے پاس کئی بار بیٹھنے کا اتفاق ہوا لیکن آج جیسا منظر تو کبھی نہیں دیکھا۔ آپؐ نے پوچھا تم نے کیا دیکھا، کہا کہ آپؐ نے اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھائیں، پھر نیچے کر لیں پھر دائیں طرف دیکھنے لگے، پھر اسی طرف گھوم گئے، مجھے چھوڑ دیا اور پھر اس طرح سر ہلانے لگے گویا کہ آپ سے کوئی کچھ کہہ رہا ہو۔ اور آپ اسے اچھی طرح سن اور سمجھ رہے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اچھا تم نے یہ سب کچھ دیکھا، تو اس نے کہا کہ میں برابر یہ دیکھتا ہی رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس اللہ کا نازل کردہ فرشتہ وحی لے کر آیا تھا۔ اس نے کہا اللہ کا بھیجا ہوا، کیونکہ ان کا اس وقت ابھی فرشتوں پر ایمان نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اللہ کا بھیجا ہوا، پھر اس نے پوچھا کہ اس نے کیا کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت پڑھ کر سنائی۔ حضرت عثمان بن معظون فرماتے ہیں کہ اسی وقت میرے دل میں ایمان بیٹھ گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے میرے دل میں گھر کر لیا۔

ایک اور روایت حضرت عثمان بن ابوعاص سے متعلق ہے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے اپنی آنکھیں اوپر کو اٹھائیں، فرمایا کہ جبرائیل میرے پاس آئے اور مجھے حکم دیا کہ اس سورۃ کو اس جگہ پر رکھو، اور یہ صحیح روایت ہے۔ بعض آیات ایسی ہوتی ہیں کہ سن کر اسلام کا مزاج سمجھ آتا ہے۔ اسی سے پھر عثمان بن معظون مسلمان ہو گئے۔ اسی طرح ایک اور صحابی کے بارے میں بھی آتا ہے کہ یہ آیت سن کر ان کے دل میں بھی ایمان آگیا اور ان کا نام "اکثم" تھا۔ اکثم

بن صیفی کہتے ہیں کہ ان کے دل میں بھی اسی آیت سے ایمان آیا۔ جو لوگ ابھی دین سے دور ہوتے ہیں تو کبھی کوئی وقت ہوتا ہے کہ اچانک ان کے دل میں ایمان آجاتا ہے۔ آج ہم دیکھیں گے کہ ہمارے دلوں میں اس آیت کے بعد کتنی محبت آتی ہے۔

ابن مسعود فرماتے ہیں کہ سارے قرآن کی جامع تر آیت سورۃ نحل میں ہے اور وہ یہ آیت ہے۔ قتادہ کہتے ہیں جو اچھی عادتیں ہیں ان کا حکم قرآن میں دیا ہے اور جو بری خصلتیں لوگوں میں ہیں ان سے اللہ نے روک دیا ہے اور بد خُلقی اور برائی سے اس میں اللہ تعالیٰ نے ممانعت کی ہے۔ گویا کہ اسلام دین الخُلق ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ بہترین اخلاق اللہ کو پسند ہیں اور بدترین اخلاق اللہ تعالیٰ کو ناپسندیدہ یعنی مکروہ جانتے ہیں۔

اب ہم ان 6 چیزوں کو الگ الگ دیکھ لیتے ہیں کہ ان آیات میں ہمارے لیے کیا پیغام ہے۔ اور پھر ساتھ ہی ساتھ دعا بھی کریں گے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کا عمل اس آیت پر کر دے کہ ہم اس کتاب کو اس طرح سے لیں کہ اس پر خوبصورت طریقے سے عمل کریں۔ تو سب سے پہلی بات دیکھیں اِنَّ اللّٰہَ یعنی اللہ کا نام آیا ہے۔ لیکن یہ انداز بھی ایک اچھوتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ پہلے لفظ اللہ، پھر حکم کا لفظ، اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا حکم دے دے تو بات واضح ہے۔ تو پہلا حکم کیا ہے؟ بِالۡعَدۡلِ عدل کا لفظ سنتے ہی ہمارے ذہنوں میں عدالت آجاتی ہے حالانکہ عدل کے بہت سارے مختلف معنی ہیں۔ سب سے پہلے لفظ عدل، ع، د، ل سے ہے۔ برابری اور انصاف کے معنوں میں، مطلب یہ کہ جس سوسائٹی میں لوگ رہیں وہاں عدل کریں۔ عدل ایک تو یہ ہے کہ برابری ہو اور عدل کا دوسرا انداز ہوتا ہے انصاف ہو، لوگوں کو ان کا حق ملے۔

آج کے دور میں عدل کیا ہے کہ جس کا جس قدر حق بنتا ہو، اس کو اسی قدر دے دیں۔ اگر اس کو ملکی سطح پر کہیں تو لوگوں کو اس کا حق دو۔ اقلیتوں اور اکثریتیوں کا حق برابر ہو۔ کسی کے ساتھ زیادتی نہ کی جائے، اگر عدالتوں میں عدل ہو تو حق دار کو حق دیا جائے، اگرچہ وہ مضبوط ہو یا کمزور ہو، آپ کو اچھا لگے یا برا لگے، اپنا ہو یا پرایا ہو اس کے ساتھ عدل کیا جائے۔ بعض دفعہ عدل کا اینگل اتنا مختلف ہو جاتا ہے کہ ہم اس کو سمجھ نہیں پاتے۔ اگر عدل کو برابری کی شکل میں لیں تو حکمران اور عوام دونوں قانون کی نظر میں برابر ہوں۔ اگر عوام کے آنے پر روڈ پر ٹریفک ہے حکمرانوں کے آنے پر بھی ٹریفک ہی رہے۔ یہ نہ ہو کہ سارے شہر کو بند کر دیا جائے اور وہاں سے دو گاڑیاں گزرنی ہیں۔ پھر اسی طرح احکامات میں عدل ہو۔ سب کے لئے برابری ہے۔ اگر عوام کو ریڈ لائٹ پر کھڑا ہونا ہے تو حکمرانوں کو بھی کھڑا ہونا پڑے گا، مرد اور عورت ہیں تو اُن سب کے حقوق برابر ہوں۔ لیکن سب جگہ برابری نہیں چلتی۔ پھر وہاں انصاف کی بات آتی ہے۔ اگر ہم لفظ عدل اور انصاف میں فرق دیکھ لیں انصاف کا لفظ نصف سے ہے، اور نصف کہتے ہیں آدھا آدھا۔ آج ویسٹ نے ایک برابری کا نعرہ لگایا۔ کہ عورت اور مرد کو برابر کر دو۔ ایک کاؤنٹر پر عورت کھڑی ہو جائے تو دوسرے پر مرد۔ تو یاد رکھیں یہ انصاف تو ہو گا لیکن عدل نہیں ہو گا۔ مثال سے سمجھیے، جیسے ایک شخص ہے اور اس کے پاس دو پانچ پانچ کلو گھی کے ڈبے ہیں۔ سامنے سے بوڑھا باپ اور ایک جوان بیٹا آرہا ہے۔ انصاف کیا ہے کہ دونوں کو ایک ایک ڈبا پکڑا دیا جائے۔ نصف یعنی آدھا، آدھا ہو گیا۔ لیکن یہاں عدل نہیں ہوا، کیونکہ بوڑھے باپ کا ڈبہ بھی اس جوان بیٹے کو پکڑنا چاہیے تھا۔

اسلام ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ انسان اس طرح سے عدل کا معاملہ کرے کہ ہر جگہ رہتے ہوئے

یہ دیکھے کہ اس وقت مجھے کیا کرنا ہے۔ سب سے پہلے انسان کا عدل اپنی ذات سے ہو گا۔ انسان اپنی ذات سے عدل اللہ کے تعلق سے کرے گا۔ سورۃ الاعراف کے شروع میں یَعۡدِلُوۡنَ کا لفظ آتا ہے۔ اللہ کے برابر دوسروں کو کر دیتے ہیں یہ بھی وہی لفظ ہے اللہ اور بندے کے بیچ میں عدل کیا ہے لا الہ الا اللہ، اللہ کے برابر کسی دوسرے کو نہ سمجھیں۔ پھر اپنے نفس کو اللہ کے آگے تابع کر دیں۔ اللہ کے حکموں کو ماننا، پھر اس کے بعد انسان کا اپنی جان کے ساتھ بھی عدل ہے کہ وہ اپنے نفس کے حق بھی دے۔ اپنی جان پر زیادہ بوجھ نہ ڈالے۔ عقل سے کام لے، آرام بھی کرے، کھائے بھی اور سوئے بھی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے جسم کا بھی تیرے پر حق ہے، اور تیرے مہمان کا تجھ پر حق ہے، اور تیرے گھر والوں کا حق ہے یعنی ہر ایک کو اس کا حق دے۔ یہ نہیں کہ کام کر کر کے پاگل ہو رہا ہے۔ نماز چھوڑ کے دنیا کما رہا ہے، تو یہ اپنی ذات پر ظلم ہو گا۔ اور اسی طرح عبادت ترک کر دینا اور صرف دنیا کے کاموں میں لگے رہنا یہ خود پر بھی ظلم ہو گا۔ زندگی گزارنے کا جو طریقہ اللہ تعالی نے دیا اس پر عمل کریں۔

یعنی اسلامک لائف اسٹائل اپنانا سراسر عدل کا تقاضا ہے۔ پھر اس کے بعد تیسرے درجے پر عدل انسانوں کے ساتھ آتا ہے، اور دوسری مخلوقات کے ساتھ عدل۔ اس میں جاندار اور بے جان ہیں۔ جانداروں میں ساتھ رہنے والے، گھر والے، رشتے دار ہمسائے، ساتھی، ملازم، سب کے ساتھ خیر خواہ رہو، ہمدردی ہو، کسی کو تکلیف نہ دو۔ قول و فعل سے اذیت نہ دو، وعدہ خلافی نہ کرو۔ بعض لوگ نمازوں میں بہت کھڑے ہوتے ہیں لیکن دوسروں کے معاملات میں کھرے نہیں ہوتے۔ اسلام یہاں یہ سکھا رہا ہے کہ تم عدل کے ساتھ یوں جیو کہ اپنے حصے کے کام کرو اور دوسروں کو پیچھے نہ کرو۔

اور بعض دفعہ ہم لوگوں کو حق دیتے ہوئے اپنا حق چھوڑ دیتے ہیں، یہ درست بات نہیں ہے۔ کیونکہ پھر اس کا نقصان سب کو بھگتنا پڑتا ہے۔ اسلام کا مزاج دیکھئے کہ اخلاق کے اوپر یہ چھ چیزیں ہیں۔ ان سب کا تعلق انسان کے معاملات سے ہے۔ نماز، روزوں کی بات نہیں ہے۔ جب تک انسان کے انسانوں کے ساتھ معاملات درست نہیں ہوں گے بات نہیں بنے گی۔ اسی طرح جب انسان عدل کرتا ہے تو اس کو دوسروں کی تنقید کس طرح برداشت کرنی پڑتی ہے۔ مثلاً جیسے ہم آئینے کے اندر اپنے آپ کو دیکھتے ہیں۔ آئینہ کے اندر جب ہم دیکھ رہے ہوتے ہیں تو اس میں کتنے اچھے ایکشن نظر آرہے ہوتے ہیں۔ کبھی کوئی آئینے کے اندر اپنے آپ کو چیختا ہوا دیکھتا ہے، غصے میں دیکھتے ہیں۔ اب جیسے آپ آئینے کے سامنے ہوتے ہیں تو آئینہ آپ کو بتاتا ہے کہ چہرے پر نشان پڑا ہوا ہے۔ عدل کا تقاضا ہے کہ جس طرح آئینے کے سامنے خود کو پیش کرتے ہو اسی طرح دوسرے انسانوں کے سامنے بھی خود کو پیش کرو۔

جیسے ہم نے پیچھے بھی پڑھا کہ جب ہم گھر والوں کو انکے حق نہیں دیتے تو گھر کا سکون برباد ہو جاتا ہے۔ تو آج سے ہر ایک ایکٹیویٹی کرے، اپنے بچوں کو، اپنے گھر والے کو ایک ایک آئینہ سمجھیں اور اُن سے کہیں کہ آپ مجھے بتائیں کہ میں کیسے لگتی ہوں۔ کتنی جرأت کی بات ہے کہ اپنے بچوں سے اپنی تنقید سننا، شوہر کے منہ سے اور خصوصاً جب ہم چیخ رہے ہوتے اور اس وقت ہمارے سامنے کوئی آئینہ رکھ دے۔ ہم آئینہ صرف اس وقت دیکھتے ہیں جب خوبصورت لگ رہے ہوتے ہیں۔ لیکن لوگ ہمیں تب دیکھ رہے ہوتے ہیں جب ہم بدصورت ایکشن کر رہے ہوتے ہیں۔ عدل یہی ہے کہ نہ چیخو نہ چلاؤ، نہ کسی کی بات کرو، نہ کسی کی برائی کرو اور دیکھو کہ میرا اصل کیا ہے اور اگر آپ اپنا اصل دیکھنا چاہتے

ہیں تو گھر کے ملازمین سے پوچھ لیں۔ وہ چھوٹے چھوٹے آئینے ہیں، جو آپ کے سارے رویوں کا مشاہدہ کر رہے ہوتے ہیں۔ جس معاشرے میں اس قسم کے اخلاق نہ ہوں کہ انسان اپنے آپ کو دوسرے کے سامنے آئینے کی طرح پیش کریں کہ لو مجھے دیکھو اور مجھ پہ تنقید کرو۔

حدیث میں آتا ہے کہ مومن مومن کا آئینہ ہے، اور وہ اس کے اندر کوئی عیب دیکھتا ہے تو دوسروں کو نہیں بتاتا بلکہ وہ اس کی اصلاح کرتا ہے۔ جب آئینہ کوئی عیب بتائے تو کیا ہم آئینہ توڑ دیتے ہیں۔ لیکن جب لوگ ہمیں ہماری کوئی برائی بتاتے ہیں تو اس وقت ہم غصے میں آنے لگتے ہیں۔ یہ تو عدل کا ابتدائی درجہ تھا۔ سورۃ شعراء میں بھی ہم پڑھیں گے کہ جو بھی اس نے کیا برائی کی سزا اسی کے برابر ہو گی۔ اگلا درجہ احسان ہے۔ یوں لگتا ہے کہ ابھی ہم عدل کی پہلی سیڑھی پر چڑھے ہی تھے کہ ساتھ ہی احسان بھی آ گیا۔ یوں سمجھ لیجیے کہ اگر عدل Good ہے تو احسان The best ہے۔ احسان کہتے ہیں کسی کو اس کے حق سے زیادہ دینا، اور زندگی کا حسن احسان میں ہی ہے۔

ہم ساری زندگی بھی کوشش کریں تو لوگوں سے عدل نہیں مانگ سکتے۔ بہت سارے معاملات ہیں جس میں عدل سے بڑھنا پڑتا ہے۔ زندگی میں ہر وقت تو جمع تفریق نہیں چلتی۔ یہ زندگی کوئی کورٹ یا عدالت نہیں ہے کہ جس میں ایک دوسرے پہ بدلہ لینے کے لئے تلے رہیں۔ اس طرح کرنے سے تو زندگی روکھی پھیکی ہو جائے گی۔ کچھ لوگ اتنے ضدی ہوتے ہیں کہ کسی برائی کو جانے ہی نہیں دیتے۔ کوئی بھی غلطی ہو جائے تو جانے نہیں دیتے۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ نہیں، ہر معاملے میں، چھوٹی چھوٹی چیزوں پر جھگڑنے نہ لگو بلکہ اگلے کو معاف کرنا سیکھو۔ احسان کرو، اگر ہم ہر وقت گھروں میں قانونی قسم کی بحث کرتے رہیں گے تو زندگی خشک ہو جائے گی۔ نکاح ہوا، شوہر کہے کہ کپڑے استری کر دو، تو

آپ کہیں کہ اسلام میں یا نکاح نامے میں کہاں لکھا ہوا ہے کہ آپ کی خدمت کروں تو کیا اس طرح سے زندگی چلے گی۔ ویسٹ نے آج گھروں میں شیئرنگ کا تو تصور ہی ختم کر دیا۔ بیوی ہر اپنا کمائے۔ اسی وجہ سے زندگیاں خُشک ہو گیں۔ اسلام یہ سکھاتا ہے کہ تم دینے والے بنو، اور احسان میں حُسن بھی ہے۔ خوبصورتی سے کام کرنا، اور زندگی میں اس کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانَ اللہ کے بعد ماں باپ کے ساتھ احسان کا معاملہ کرو۔ ماں باپ کا حق تو دے ہی نہیں سکتے، کہا کہ احسان کرو۔ پہلے پارے میں ہم نے پڑھا قُوْلُوْ لِلنَّاسِ حُسْنًا لوگوں سے اچھے طریقے سے بات کرو۔ اللہ تعالی کہتا ہے کہ لوگوں کے ساتھ اچھا معاملہ رکھو۔ کسی کے لیکچر میں تھا اور اس کی بات کا خلاصہ یہ تھا اس کے پاس شوہر بیوی کا کیس آیا۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جھگڑتے تھے۔ تو جب وہ میاں بیوی اپنی بات سنا چکے تو انھوں نے شوہر سے کہا کہ تمہیں اپنی بیوی میں کیا بات اچھی لگتی ہے۔ 5 منٹ اس نے سوچنے میں لگا دیے کہ میں وہ اپنی بیوی کی کون سی خوبی کی تعریف کرے۔ تو آخر میں بیوی رونے لگ گئی۔ 5 منٹ لگا کے پھر اس کے شوہر نے دل پہ پتھر رکھ کے کہا کہ یہ کوکنگ بہت اچھی کرتی ہے۔ پھر اس نے اگلی خوبی سوچنے میں پانچ منٹ لگائے اور پھر اس نے کہا کہ یہ خوبصورت ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ آج آرٹ آف کمیونیکیشن نہیں ہے۔ اُنہوں نے بہت اچھی مثال دی کہ بعض دفعہ ہم جو بول رہے ہوتے ہیں وہ ہمارے دل میں نہیں ہوتا، ہم گھما کے بات کرتے ہیں۔ اس کی مثال کیا دی جب شوہر تھکا ہوا شام کو گھر آئے تو بیوی کہتی ہے کہ کیا آپکو بھوک لگی ہے لیکن اس کا مطلب کیا ہوتا ہے کہ جلدی سے آئیں کھانا کھاتے ہیں، بھوک لگی ہوئی ہے، کھانا تیار ہے۔ وہ شوہر سے توقع کرتی ہے کہ وہ اچھا جواب دے لیکن اگر شوہر اس کے جواب میں کہے کہ میرا

پیٹ بھرا ہوا ہے یا مجھے بھوک نہیں ہے، تو کیا ان الفاظ سے بیوی کو خوشی ہو گی؟

ہمیں انسانی رشتوں میں جینا ہی نہیں آتا۔ یہ جتنی لڑائیاں ہیں، جتنے جھگڑے ہیں احسان اور عدل کے نہ ہونے کی وجہ سے ہیں۔ ہمارا دین ہمیں عدل اور احسان کے بارے میں حکم دیتا ہے۔ کسی کی بات کڑوی لگی، پی جاؤ، صبر کر جاؤ، ان کی کڑوی بات پہ سمائل دے دو، یہی زندگی گزارنے کا طریقہ ہے۔ آج تک دنیا میں کوئی ماں باپ یا بچے ایسے نہیں ہیں جن کی بات ایک دوسرے کو بری نہ لگی ہو، تو یہ ناممکن ہے۔ جتنے لوگ بھی آج خوش ہیں تو صرف عدل و احسان کی وجہ سے خوش ہیں۔ ہم تو رشتوں کے طعنے دیتے ہیں۔ ہمیشہ سوچیں کہ دوسرے فریق میں کوئی نہ کوئی ایسی خوبی ضرور ہے جو میرے میں نہیں ہیں اور جہاں لفظ نہ بول سکیں وہاں عمل سے اظہار کریں۔ یہ عدل اور احسان زندگی کا حسن ہے۔ سب طلاقیں ختم ہو جائیں، اگر آج اُمتِ مسلمہ عدل سے بڑھ کر احسان پر آ جائے۔ یہ احسان انسانوں میں تب آئے گا جب اللہ کے ساتھ احسان ہو گا۔ اللہ اور بندے کے بیچ میں احسان کیا ہے، حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ کے نبی کے پاس آئے تھے اور انہوں نے اسلام کی مختلف باتیں سکھائیں۔ پوچھا کہ احسان کیا ہے؟ تو کہا تم ایسی عبادت کرو کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو، کہا اگر یہ نہ کر سکو تو یہ تصور کر لو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ کوئی عبادت کرو تو حسن سے کرو، نیت اچھی رکھو، ارادے اچھے رکھو، اندر سے خوبصورت، مطمئن خوش رہو۔

اصل رشتہ داری نبھتی ہی ان اخلاق کی ٹپس پر عمل کرتے ہوئے ہے، جس کو اللہ تعالی یہاں بتا رہا ہے۔ آج اگر آپ یہ نیت کر لیں کہ میں نے محسنہ بن کے جینا ہے تو دنیا کی کوئی عدالت آپ کو پیچھے نہیں کر سکتی۔ آپ اپنی بچیوں کو یہ سبق دے کر بھیجیں کہ بیٹا خدمت کرنی ہے، برداشت کرنا ہے۔ پچھلے دور

میں لوگ پڑھے لکھے نہیں تھے لیکن اس دور میں جو تربیت ہوتی تھی اور پھر جو گھر بستا تھا وہ آج نہیں بنتے۔ کسی کی بات ہے کہ بڑے گھر میں بیٹی دو ایک ایک لقمہ بھی سارے لوگ چھوڑیں گے تو بیٹی کا پیٹ بھر جائے گا یعنی تمہاری بیٹی بھوکی نہیں سوئے گی۔ آج کہتے ہیں کہ بیٹی اتنے بڑے خاندان میں بیاہ دیں یہ تو خدمت کر کر کے بے حال ہو جائے گی۔ جب انسان حق سے بڑھ کر اعلیٰ ظرفی کے ساتھ جیتا ہے تو انصاف کے ساتھ مروت آجاتی ہے، تو زندگی خوبصورت ہوتی ہے، ہمدردی آتی ہے۔ پھر دوسروں پر رحم آتا ہے خود پر راضی رہنا، اگلے کو حق سے زیادہ دینا، یہ احسان ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ کرے ہمیں احسان کرنا آجائے اور جب یہ احسان آجاتا ہے تو اس بندے سے کوئی بندہ ناراض نہیں رہتا۔

اس کے بعد پھر پھر تیسرا درجہ ہے ذِوِی الْقُرْبٰی۔ حالانکہ پہلے درجوں میں ساری قرابت داریاں ہی چل رہی ہیں لیکن اب قرابت سے بڑھ کے رشتے داروں کو حق دو۔ غیروں کے ساتھ معاملہ کرنا بڑا آسان ہوتا ہے۔ دوستوں کے ساتھ دوستیاں، دعوتیں، کھانے پینے بڑا اچھا لگتا ہے۔ قرآن پاک میں گیارہ آیات ہمیں صلہ رحمی کے بارے میں نصیحت کرتی ہیں۔ یہ اتنا بڑا عمل ہے کہ اللہ کے نبیؐ نے فرمایا میرے پاس جبرائیل آئے اور مجھے ہمسایوں کے حقوق بتانے لگے، مجھے ایسے لگنے لگا گویا کہ سارے حقوق ہمسایوں کے ہیں۔ اس کو سورۃ نساء میں ہم پڑھ چکے ہیں کے جب ہمسایہ رشتہ دار بھی ہو تو اس کا کتنا حق ہوتا ہے۔ ان تمام باتوں پر عمل کرنے سے ان شاء اللہ زندگی خوبصورت ہو گی۔ شروع کے کرنے کے تین کام دے دیے جس کے بعد ایک گھر کے "ہوم سویٹ ہوم" بننے کے لیے ایک گراؤنڈ بن جاتی ہے۔ یک طرفہ محبت ہو جاتی ہے۔ بچپن سے اپنے بچوں کو تربیت دیں کہ 'محسن'

بننا ہے، تم نے دینا ہے۔ دینے والا ہاتھ اوپر ہوتا ہے، وہ بنو۔ اس سے آپ کے بچوں کے اندر دینے کا ایک خوبصورت طریقہ آجائے گا۔ جب ایک محسنہ ماں کا اپنا عمل خوبصورت ہوگا تو اُس کے بچے بھی محسن ہوں گے۔ پوری کائنات آپکو دے رہی۔ تو آپ بھی دینے والے بنیں۔

اس کے بعد تین چیزوں سے منع کیا۔ اس میں پہلی چیز ہے عَنِ الْمُنْكَرِ لفظ منکر، نکرہ سے ہے یعنی انکار۔ ہر وہ چیز جس کا فطرت انکار کرے اور اس کا اُلٹ معروف ہے۔ معروف عرف کو کہتے ہیں، یعنی جانی پہچانی چیز۔ منکر وہ چیز ہے جس کا انسان کی عقل بھی انکار کرتی ہے، فطرت اور سوسائٹی بھی انکار کرتی ہے اور اسلام بھی اس کا انکار کرتا ہے۔ جیسے سود منکر ہے۔ کوئی بھی اس کو پسند نہیں کرتا، جھوٹ بولنا بھی منکر ہے۔ جس جگہ منکر آجائے گا، وہاں کبھی محبت نہیں ہوگی کسی کا حق مارنا بھی منکر ہے۔ منکر کو ایک چھوٹے سے جملے میں سمجھ لیجئے کہ جو چیز اپنے لئے پسند نہیں کرتے وہ دوسروں کے لیے بھی پسند نہ کریں۔ مومن کی تو پہچان ہی یہی ہے اس میں رویے بھی ہیں اگر آپ نہیں چاہتے کہ آپ کی کوئی غیبت کرے تو آپ بھی نہ کریں۔ طعنے اور الزام بھی منکر ہے۔ سب کچھ منکر ہے، اس سے ہمیں اپنے آپ کو روکنا ہے۔ جب ہم ایسے بن جاتے ہیں تو پھر دنیا میں امن آتا ہے۔ درخت کسی کی غیبت نہیں کرتے اس لیے درختوں کے پاس جا کے بہت مزہ آتا ہے پہاڑ کسی کی چغلیاں نہیں کرتے تو اس لئے پہاڑوں میں جا کے بھی مزا آتا ہے۔ ہوا چلتی ہے تو اچھی لگتی ہے۔ پانی کے پاس جا کے بھی مزا آتا ہے، کیوں کہ یہ کسی کی حدوں میں نہیں آتے۔

منکر کے بعد اگلی چیز ہے "بغی"۔ بغی بغاوت سے ہے۔ حد سے بڑھنا، ہر وہ سرکشی جو اپنی حد سے گزر کر آگے بڑھ جائے۔ انگلش میں اس کا ٹائٹل ہے "مس یوز آف پاور"۔ آپ کے پاس کوئی اتھارٹی تھی

کوئی پاور تھی، آپ نے اس کا غلط استعمال کیا۔ جیسے ساس ہے تو اس کے پاس اختیار ہے، لیکن آنے والی لڑکی نئی ہے، اس کے آگے نہیں بولتی اور ساس اس اختیار کا مس یوز کرے کہ اس نے تو بولنا نہیں ہے میں لوگوں میں اس کی برائیاں کروں، اس کو طعنے دوں۔ اس کو 'بغی' کہتے ہیں۔ کچھ لوگ اس طرح کے ہوتے ہیں کہ ٹھنڈے دودھ کو پھونکیں مارتے ہیں۔ کچھ لوگ ادھر سے ادھر بے تکی مارتے رہتے ہیں۔ کچھ لوگ اتنے بے کار ہوتے ہیں کہ بے مقصد زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کی زبان سے ہر وقت پتھر برستے ہیں۔ "لفظ" کا مطلب پتھر پھینکنا ہے۔ جو ہم لفظ بولتے ہیں ایک دوسرے کے لئے کانوں پہ پتھر مار رہے ہوتے ہیں۔ اچھے ہوں گے تو خیر کی بات ہو گی اور برے ہوں گے تو بری ہو گی۔

دوسرا لفظ ہے 'فحاشی'۔ فحش کہتے ہیں کھلی برائی، حد سے بڑھی ہوئی برائی۔ قرآن پاک میں سورۃ بنی اسرائیل میں آتا ہے وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰٓ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً اور زنا کے قریب نہ جاؤ فَاحِشَةً وہ کام جو ضرورت کے تحت بند دروازوں میں ہونا چاہیے اس کو کھلے عام کر دینا۔ اس کی بہت مختلف قسمیں ہیں۔ حدیث میں گداگری کو فحش کہا گیا ہے۔ ایسی برائی جس کا اثر دوسرے پہ بھی پڑے۔ مثلاً اگر تنہائی میں نماز پڑھتے ہیں تو کسی کو کیا لگے لیکن اگر گندے کپڑے پہن کر باہر نکلتے ہیں تو دوسروں کو فرق پڑتا ہے، یہ فحش ہے۔ سر عام جیسے ٹریش کو اوپن کر کے دوسروں کے سامنے پیش کر دینا یہ چیز فحش بن جاتی ہے۔ اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ جو پاک رہنا چاہتے ہیں وہ بھی پاک نہیں رہ سکتے، گویا کہ اسلام ایک صاف ستھرا مزاج پیش کرتا ہے۔ آج اگر ہم مسلمان ان آیتوں پر عمل کر رہے ہوتے تو ہماری زندگی کتنی خوبصورت ہوتی۔

افسوس یہ کہ ہم ان چیزوں کو پیچھے ڈال کر نہ صرف یہ کہ دوسروں پر زیادتی کرتے ہیں بلکہ

اپنے اوپر بھی ظلم کرتے ہیں۔ تو آج اگر ہم اپنی زندگی میں ان سب چیزوں کو لیں، اگر ہم اس درجے پر جینا چاہیں گے تو اللہ تعالی دوسروں کے دل میں خود بخود نرمی ڈال دے گا۔ اپنے خاندان کی کسی بھی پسندیدہ شخصیت کو سوچیں۔ ان میں پہلی تین چیزیں ہوں گی اور آخری تین نہیں ہوں گی۔ انسان اپنے کردار سے پہچانا جاتا ہے۔ شکل کتنی ہی خوبصورت کیوں نہ ہو اس کا اثر بڑا وقتی ہوتا ہے۔ اگر یہ چیزیں ہماری تربیت میں آجائیں تو ہمارے معاشرے کتنے خوبصورت ہوتے۔

غزوۂ یرموک کا ایک واقعہ ہے کہ ایک پانی کا پیالہ کتنے لوگوں میں گھومتا رہا۔ تم پی لو، تم پی لو۔ یہی آوازیں آتی رہیں اور گھومتا ہوا پیالہ پھر وہیں پہلے کے پاس آگیا اور کسی نے پانی نہیں پیا۔ یہ کیسی سوسائٹی تھی یہ مہاجر اور انصار کون تھے۔ ادلے بدلے پہ تھے یا احسان پہ تھے۔ وہ سوسائٹی کدھر ہے کہ مرصد کو رات کے اندھیرے میں عورت زنا کے لئے بلاتی ہے تو مرصد کہتے ہیں کہ میں تمہاری بات نہیں سن سکتا کہ تم غیر عورت ہو۔ یہاں سے چلی جاؤ۔ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ ہے۔ آج اگر اسلام عام ہو جائے تو ہمیں اپنے بچوں کی فکر زیادہ نہیں ہو گی۔ ہمیں اپنے مردوں کی فکر بھی نہیں لگے گی۔ وجہ یہی ہے کہ ہم اپنے ارد گرد کی گندگی کو دیکھ رہے ہیں۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ آج ہم مسلمانوں کے پاس ایک خزانہ بند ہے اور ہم اس کو کھول ہی نہیں رہے۔ اس کی سزا آج ہم سب بھگت رہے ہیں۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے دور میں کیا تھا کہ جب وہ مختلف جگہوں سے گزرتے تو ان کے وہاں چکر لگانے اور گزر جانے سے اسلام آجاتا تھا۔ اب ان 6 چیزوں کے ساتھ لے کر آیت نمبر 91 سے پچانوے تک ایک ہی موضوع ہے۔ سب سے

پہلی چیز سیکھی کہ عدل کرو دوسری چیز احسان اور تیسری چیز کے رشتے داروں کو دو اور اسلام نے تین چیزوں سے روکا۔ منکر، فحاشی اور بغی سے۔ اب اس میں ساتویں چیز بھی ایڈ کر لیجیے۔

وَ اَوۡفُوۡا بِعَهۡدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدۡتُّمۡ وَلَا تَنۡقُضُوا الۡاَيۡمَانَ بَعۡدَ تَوۡكِيۡدِهَا وَقَدۡ جَعَلۡتُمُ اللّٰهَ عَلَيۡكُمۡ كَفِيۡلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۹۱﴾

اور جب خدا سے عہد واثق کرو تو اس کو پورا کرو اور جب پکی قسمیں کھاؤ تو اُن کو مت توڑو کہ تم خدا کو اپنا ضامن مقرر کر چکے ہو۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس کو جانتا ہے ۔

اس عہد سے مراد لا الہ الا اللہ کا عہد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کو کہا گیا ہے کہ اللہ کے نبیؐ کو مان لو۔ وہ وقتی باتیں ہیں، لیکن یہاں جو امت مسلمہ کو میسج دیا جا رہا ہے کہ لا الہ الا اللہ کہتے ہو تو پھر اس کو نبھاؤ۔ اللہ کے ساتھ عہد کرنا یہ کوئی چھوٹی بات نہیں ہے۔ قرآن کی یہ آیت جو ابھی پڑھ رہے ہیں، اس کو مشکل آیت کہتے ہیں۔ یہ مشکل آیتوں میں سے ایک ہے۔ ان آیتوں کی اتنی مختلف تفسیریں آتی ہیں، بعض کہتے ہیں کہ یہ بنی اسرائیل میں سے اہل کتاب کو خطاب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مکی دور کے آخر میں نازل ہو رہی ہے تو مکہ والوں سے کہا جا رہا ہے، بعض کہتے ہیں کہ مدینہ میں جو لوگ تھے، اُن کو کہا جا رہا ہے کہ دیکھ لو اب تم اللہ کے نبی کو مدینہ میں بلا تو رہے ہو لیکن اگر تم ان کے ساتھ عہد پورا نہ کر سکے تو پھر کیا ہو گا لیکن اس کو ہم اپنے وعدے پر لیتے ہیں "لا الہ الا اللہ"۔ جب تم اللہ سے وعدہ کرو تو پورا کرو۔

سورہ بقرہ آیت نمبر 63 میں بھی بات کر چکے ہیں، بنی اسرائیل پہ وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِيۡثَاقَكُمۡ جب ہم نے تم سے پختہ وعدہ لیا۔ وعدے نبھاؤ۔ جب تم کوئی بات اللہ یا اس کے بندوں سے کہہ دو پھر اس کو نبھانے

کے لئے سر، تن، من، دھن کی قربانی لگا دو اور کیانہ کرو اور اپنی قسموں کو مضبوط کرنے کے بعد نہ توڑو وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا لفظ تَوْكِيْدِهَا وَکَدَ سے ہے و، ک، د، پکا کرنا پختہ کرن، ایعنی اپنی قسموں کو پورا کرنے کے بعد مضبوط بندھنے کے بعد توڑو نہیں وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا جب کہ تم اپنے اوپر اللہ کو گواہ ٹھہرا چکے ہوں اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ بے شک اللہ تعالی وہ سب جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تم اللہ کے نام پر کوئی عہد باندھو تو اس کو توڑو نہیں۔ لفظ لَا تَنْقُضُو، نقدہ کہتے ہیں بل کھولنا۔ جیسے چٹیا کرتے ہیں تو بال باندھتے ہیں جب چٹیاں کھولتے ہیں تو اس کیفیت کو نقد کہتے ہیں۔ چٹیاں کھولنا عہد توڑنا، اور ایمان، یمین کی جمع ہے تَوْكِيْدِهَا ک، د سے ہے۔ ویکاد اس رسی کو کہتے ہیں جس سے گائے کو دودھ نکالتے وقت باندھتے ہیں۔ یہ لفظ کتنا اہم ہے کہ تم وعدے کر کے نبھاؤ۔ ہر چیز "کمٹمنٹ" ہوتی ہے۔ اللہ سے بھی، اور بندوں سے بھی۔ جب ہم اس کو پیچھے کر دیتے ہیں تو بات بدل جاتی ہے۔ تو پہلی بات سادہ سی کہ قسم کھائی ہے تو اس کو پورا کرو، اور اگر قسم توڑنے میں فائدہ نظر آئے تو پھر اس کا کفارہ دو اور یہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی بات ہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۲﴾

اور اُس عورت کی طرح نہ ہونا جس نے محنت سے تو سوت کاتا۔ پھر اس کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ کہ تم اپنی قسموں کو آپس میں اس بات کا ذریعہ بنانے لگو کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادہ

غالب رہے۔ بات یہ ہے کہ خدا تمہیں اس سے آزماتا ہے۔ اور جن باتوں میں تم اختلاف کرتے ہو قیامت کو اس کی حقیقت تم پر ظاہر کر دے گا

غَزۡلَهَا ، کاتے ہوئے سوت کو کہتے ہیں۔ پہلے دور میں چرخے ہوتے تھے اور پھر اس کے اندر روئی ڈال کے اس کے دھاگے بنتے تھے۔ ہمارے کلچر میں یہ بڑی محنت کا اور مشکل کام تھا۔ تصور کریں کہ ایک عورت ہے اور بعض کہتے ہیں کے حقیقت میں یہ مکہ کی ایک عورت تھی، جس کا دماغ پھرا ہوا تھا کہ وہ سارا دن بیٹھ کے چرخا کاتتی۔ کاٹن سیڈ میں سے بیج الگ ہوتے، پھر اس سے ریشے بنتے، پھر اس سے دھاگے بنتے تو وہ عورت شام کو بیٹھ کے سارے کاتے ہوئے دھاگے کاٹ دیتی۔ اس نے اپنی محنت پر پانی ڈال دیا۔

یہ مضمون کانپتے دل کے ساتھ سننے والا ہے کہ اپنی محنت کی کمائی کو ضائع نہ کر دو۔ بعض دفعہ ہم شروع میں دین کے نام پہ کام کر رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالی ہمیں نمازی اور تہجد گزار بنا دیتا ہے۔ جوانی اللہ کی عبادت میں گزارتے ہیں۔ لیکن جوں ہی زندگی بڑھتی ہے تو سب پہ پانی ڈال دیتے ہیں۔ کہا جا رہا ہے کہ تم ایک ایسی عورت نہ بن جاؤ کہ جو اپنے کاتے ہوئے سوت کو مِنۢ بَعۡدِ قُوَّةٍ اَنۡكَاثًا اس کو مضبوطی سے کاتنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اَنۡكَاثًا کا لفظ نکث ُ کی جمع ہے۔ سوت کا وہ ٹکڑا جسے دوبارہ جوڑنے کے لئے کاتا جائے۔ جو لوگ چرخا کاتتے ہیں وہ ڈوری کا تھوڑا سا سرا باہر رکھتے ہوئے اگلی ڈوری شروع کر دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ریتا بنتِ امر نام کی مکہ کی ایک عورت تھی وہ ایسا کرتی تھی۔ اور لوگ ایسا عموماً تب کرتے ہیں جب ڈپریشن میں ہوتے ہیں۔ برتن توڑ دیے، کپڑے پھاڑ دیے۔ اللہ تعالی کہتے ہیں کہ اپنی چیزیں بنا کے توڑا نہ کرو۔ بعض دفعہ اللہ نیکیوں کے کام کرواتا ہے، پھر ذرا سا اختلاف ہوتا ہے

اور اس اختلاف میں پڑ کے لوگ اپنے کئے ہوئے پر پانی ڈال دیتے ہیں۔ جو صدقہ جاریہ کے نقطے ہوتے ہیں ان سب کو ضائع کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہاں مکہ والوں کو کہتے ہیں کہ تم کب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کے منتظر تھے۔ لوگوں کو دھمکاتے تھے، مدینہ کے یہود کی یہ عادت تھی، اب وہ آگئے ہیں تو تم دشمنوں کے ساتھ مل کے اسی نبیؐ کو ختم کرنا چاہتے ہو۔ اصل میں یہاں مدینہ کے یہود پہ چوٹ ہے کہ تم خود ہی تو کہہ رہے تھے کہ کوئی آئے اور ہم اس کے ساتھ مل کر مکہ والوں کو ختم کریں اور کفر کو ختم کریں اور آج تم اسی نبیؐ کے دشمنوں کے ساتھ مل کر نبیؐ کے راستے بند کر رہے ہو، حالانکہ تمہیں کرنا یہ چاہیئے تھا کہ تم اس نبی کے ساتھ مل کر اپنا راستہ سیدھا کرتے۔ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ، تم اپنی قسموں کو اپنے مابین دخل دینے کا ذریعہ بناتے ہو، یعنی جھوٹی قسم کھاتے ہو، چھوٹا سا معاملہ ہو تو اس پہ قسمیں کھانے لگ جاتے ہو کیونکہ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ تاکہ ایک قوم دوسری قوم سے بڑھی ہوئی نہ ہو جائے۔

مطلب یہ کہ تم نے تو اس بات کو دو قوموں کے درمیان ایک جھگڑے کا نام دیا ہے۔ تمہیں پتہ ہے یہ وہی نبی ہے جس کی بشارت تمہاری کتابوں میں تھی۔ تم آپس میں عہد و پیمان کرتے اور قسمیں کھاتے تھے۔ لیکن آج تمہیں اس نبی سے ایسی ضد ہو گئی کہ ہٹ دھرمی کی وجہ سے عصبیت کا شکار ہو گئے ہو۔ کہ یہ بنی اسماعیل میں کیوں آگیا، تم تو خود اپنے پچھلے کاموں کو ضائع کر رہے ہو۔ کیا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسرائیل میں سے نہیں آسکتے تھے۔ یہ اتنا بڑا جھگڑا تو نہیں تھا، جب باقی سارے اِدھر سے آسکتے تھے تو یہ بھی اُدھر سے آسکتے تھے۔ یہ بھی ابراہیم کا بچہ ہے وہ بھی ابراہیم کا بچہ، اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہتے ہیں کہ اے مدینہ کے یہود یہ تمہاری آزمائش ہے۔ اللہ نے تمہیں اس نبی کے ذریعے

آزمایا ہے۔ مثال سے سمجھیں کہ کہیں کوئی دین کا کام کرنے والا شخص ہے اور تھوڑی تھوڑی کوشش کرتا ہے یا اس کے پاس کوئی اسباب ہی نہیں۔ جتنے تھوڑے بہت ہیں وہ اس سے کام کرتا ہے اور دن رات دعائیں کرتا ہے کہ اللہ تعالی ہماری مدد کے لئے کسی کو بھیج، جو دین کے اندر ہمارا مددگار ہو اور اس کا بھی یہی مشن ہو اور ہم اس کے ساتھ مل کے زیادہ دور تک کام کریں۔ ایک مثال ہی ہے، وہ اللہ ایسے حالات بنادے کسی سکالر کو بھیج دے، کسی دیندار کو بھیجے، کوئی بھی اللہ کی طرف سے آجائے۔ ہم کیا کریں کہ جب دعائیں مانگ رہے تھے تو اس کے ساتھ ملیں یا پھر جب وہ آجائے تو اسی کو جھگڑا بنالیں اور ہم بجائے اس کے کہ اسی کے ساتھ مل کر معاشرے کو سنوارتے بلکہ اسی کے ساتھ ہی دشمنی شروع کردیں۔

اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ جب کوئی دین کا کام شروع کرتا ہے تو پچھلے دین داروں کو بھی بہت بڑی آزمائش ہوتی ہے۔ کون اپنے لیے کام کرتا ہے اور کس کو اللہ کے لئے اصلاح مطلوب ہے۔ کون اور سیکھنا چاہتا ہے، کون دین کو اور پھیلانا چاہتا ہے اور کون اپنے نام، اپنے دین اور اپنے فرقے کو بڑا کرنا چاہتا ہے۔ مدینہ والے اس میں ناکام ہو گئے۔ مدینہ کے یہود نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فائدہ لینے کی بجائے ان کو پیچھے کر دیا تو اللہ تعالی کہتے ہیں کوئی بات نہیں تمہارا تو کچھ نہیں بگڑا وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ اور وہ ضرور تم پر قیامت کے دن ظاہر کرے گا وہ سب کچھ دن میں تم اختلاف کر رہے ہو۔ یعنی یہ فیصلہ اب دنیا میں نہیں ہو گا بلکہ آخرت میں ہو گا۔ مدینہ والوں نے نہیں مانا تو اللہ کے نبی کا کیا بگڑا۔ نقصان ان کا اپنا ہو گیا۔ جب ساری بات کو سنتے ہیں تو ہمارے ذہن میں بہت سارے

سوالات اٹھتے ہیں۔ پھر اگر یہود ایسے حالات پیدا نہ کرتے تو کیا بڑی بات تھی تو اس کا جواب اللہ تعالی اگلی آیت میں دے رہا ہے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَلَتُسْـَٔـلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٣﴾ اور اگر خدا چاہتا تو تم (سب) کو ایک ہی جماعت بنا دیتا۔ لیکن وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور جو عمل تم کرتے ہو (اُس دن) اُن کے بارے میں تم سے ضرور پوچھا جائے گا

یعنی اگر اللہ تعالی چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا۔ یہود و نصاریٰ، عیسائی سب جھگڑے ختم ہو جاتے۔ مکہ مدینہ کے کافر یعنی ساری دنیا ایک ہو جاتی۔ ایک امت ہوتی تو نسلوں، قوموں کی تفریق ہی نہ ہوتی اور نہ ایک امت کو الگ کر کے دوسری امت کو آگے کرنے کی ضرورت ہوتی۔ جیسے اللہ تعالی نے بخت نصر کے ہاتھوں ان کی بربادی کی پھر حضرت عزیر کی دعوت پہ توبہ کر کے یہ واپس اپنے آپ کو ابھارتے ہیں۔ اللہ تعالی یہ سب ایسا کیوں کرتا ہے؟ وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اس کا ایک اور ترجمہ بھی ہے کہ وہ اسے گمراہ کرتا ہے جو گمراہی چاہتا ہے، جو خود بھٹکنا چاہتا ہے، اللہ اس کو بھٹکا دیتا ہے اور جو ہدایت چاہتا ہے اسے ہدایت دیتا ہے۔ لیکن آخرت کا معاملہ کیا ہے؟ وَلَتُسْـَٔـلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اور جو تم عمل کرتے تھے اس بارے میں تم سے ضرور پوچھا جائے گا۔ یعنی اس وقت تم بہت بڑے امتحان سے دوچار ہو۔ واضح نشانیاں موجود ہیں اور تمہیں پتہ ہے کہ یہ نبی سچا ہے، اس کے پاس جو کتاب ہے وہ سچی ہے لیکن اس کے باوجود تم اس کو جھٹلا رہے ہو تو کل قیامت کے دن تم سے ضرور پوچھا جائے گا۔ اگر ان آیتوں

کو سامنے رکھتے ہوئے سورہ بقرہ کی آیت نمبر 41 اور 42 بھی ذہن میں رکھیں تو بات بہت اچھی طرح سے سمجھ آجائے گی وہی مضمون جو ہم پڑھ چکے ہیں کہ بنی اسرائیل پر اللہ تعالی نے انعامات کیے تھے، نعمتیں دی تھیں، اُنہیں کہا تھا کہ آخری نبی آئے گا تم اس کے ساتھ مل کر اس کا ساتھ دینا۔ اسلام مضبوط ہو گا لیکن یہ سگے، سوتیلے اور برادری کے نام پر پڑ گئے اور انہوں نے اللہ کے نبی کا ساتھ دینے کے بجائے دشمنی کر لی۔ تو یہاں عہد سے مراد وہی بات ہے جو سورۃ بقرہ میں ہے تو تم ایسا نہ کرو۔

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٩٤﴾

اور اپنی قسموں کو آپس میں اس بات کا ذریعہ نہ بناؤ کہ (لوگوں کے) قدم جم چکنے کے بعد لڑ کھڑا جائیں اور اس وجہ سے کہ تم نے لوگوں کو خدا کے رستے سے روکا تم کو عقوبت کا مزہ چکھنا پڑے۔ اور بڑا سخت عذاب ملے

مطلب اس کا کیا ہے کہ تم نبی کو پہچان چکے ہو۔ سورہ بقرہ آیت نمبر 142 میں بھی ہم پڑھ چکے ہیں يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۗ کہ ان کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ اب پہچاننے کے بعد تم پھسلو گے تو پھر سیدھے جہنم میں گرو گے۔ جیسے سورتوبہ 109 آیت میں پڑھا ہے فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ۗ کہ وہ مسجد ضرار اس کی مثال کیا تھی گویا کہ کوئی جہنم کی وادی میں گرنے والی ہی عمارت ہو۔ وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور اگر تمہیں عذاب کا مزہ چکھنا پڑے گا، بسبب اس کے کہ تم نے لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکا۔ مدینہ کے یہود نے لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکا تھا ان کا تذکرہ ہے کہ تم خود تو رُکے لیکن تم نے دوسروں کو بھی ادھر نہیں جانے دیا۔ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

تمہارے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ سب سے پہلے آپ ﷺ کے سچا ہونے کی گواہی دیتے اور آپ کی کتاب کی گواہی دیتے، لیکن سورہ بقرہ آیت نمبر 41 میں ہم پڑھ چکے وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ کہ تم اس کے پہلے انکاری نہ بن جاؤ۔ گواہیوں کو چھپا رہے ہو۔ اللہ کے نبی کی آمد کو انہوں نے چھپایا تھا۔ سورہ بقرہ آیت نمبر 140 میں آتا ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ کی گواہی کو چھپائے۔ دنیاوی فوائد کے لئے یہ سب چھُپاتے تھے۔ مدینہ کے یہود نے پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں نہیں مانا۔ وہ بھی دیندار تھے۔ وہ بھی اسلام کا نام لیتے تھے یہ بھی اسلام کا نام لیتے تھے وہ بھی اللہ کی طرف بلاتے اور یہ بھی اللہ کی طرف بلاتے تھے، وجہ یہ تھی کہ کچھ مفادات تھے اور ہر دیندار کے کچھ مفادات ہوتے ہیں چاہے وہ عزت اور عہدے کے نام پر ہو۔ اگر مدینہ کے یہود اپنے آپ کو اللہ کے نبی کے انڈر دیتے تو ان کے وہ لیڈر کہاں جاتے جن کی اس معاشرے میں بڑی عزت تھی۔

وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٩٥﴾

اور خدا سے جو تم نے عہد کیا ہے (اس کو مت بیچو اور) اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لو۔ (کیونکہ ایفائے عہد کا) جو صلہ خدا کے ہاں مقرر ہے وہ اگر سمجھو تو تمہارے لیے بہتر ہے

تو ساری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ دین کے فتنوں سے بچو۔ جب اللہ تمہیں دین کے کام کرنے کا مواقع دے تو اللہ تعالی اس وقت تمہاری ساری کمائیاں تمہارے ہاتھ میں پکڑا دے۔ اُس عورت کی طرح جس نے ساری رات چرخا کاتا اور پھر اس کو اپنے ہی ہاتھوں سے ضائع کر دیا۔ تو خدا کے لئے کسی بھی نیکی پر مان مت کریں۔ کسی دوسرے دین دار کے ساتھ ہمارا معاملہ ایسا پڑ جائے یا پھر ہمارے عام

لوگوں کے ساتھ معاملے میں کوئی خرابی ہو تو پھر اللہ کے ہاں اس چیز کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں ضائع ہونے والی نیکیوں سے بچائے۔ بہت زیادہ ڈرنے کی بات ہے۔ کھانا نہیں پکایا تو فکر نہیں ہیں لیکن پکا ہوا کھانا جل جائے تو دکھ ہو گا۔ پکی ہوئی ہنڈیا یا دودھ گر جائے تو دکھ ہو گا۔ تو جو نیکیاں نہیں کر رہا اس کو تو کوئی فکر نہیں لیکن ہمیں فکر کرنی چاہیے کہ ہم نے آج چودہ پارے کر لئے ہیں۔ اپنا محاسبہ کریں۔ تو اللہ بڑا غفور ہے۔